

## حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو پسند و نصح

(ملفوظات جلد 8 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 7)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (الحج: 31)

پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

وہ خدا میرا جو ہے جو ہر شناس  
اک جہاں کو لارہا ہے میرے پاس  
لعنتی ہوتا ہے مردِ مُقتری  
لعنتی کو کب ملے یہ سروری

معزز سامعین! ”مشاہدات“ کے پلیٹ فارم سے آج سے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات پر مشتمل ملفوظات جلد 8 سے پسند و نصح پیش کی جا رہی ہیں۔ آج کی تقریر جلد 8 سے ساتویں تقریر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین  
جماعت سے خطاب کرتے ہوئے صحابہؓ جیسی قربانیاں کرنے کی نصیحت

فرمایا:

”غرض جب کہ یہ حالت ہے اور اسلام کے دنیا میں آنے کی یہ غرض اور غایت ہے اور نجات کی حقیقت بغیر اُس کے مستحق نہیں ہوتی تو ہماری جماعت کو کس قدر فکر کرنا چاہیے کہ وہ اُن باتوں کو جب تک حاصل نہ کر لیں اُس وقت تک بے فکر اور مطمئن نہ ہو جائیں۔ میں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت ایک درخت کی طرح ہے وہ اصلی پھل جو شیریں ہوتا اور لذت بخشا ہے نہیں آیا۔ جیسے درخت کو پہلے پھول اور پتے نکلتے ہیں۔ پھر اس کو پھل لگتا ہے جو سنیر و پھل کہلاتا ہے وہ گر جاتا ہے۔ پھر ایک اور پھل آتا ہے۔ اس میں سے کچھ جانور کھا جاتے ہیں اور کچھ تیز آندھیوں سے گر جاتے ہیں۔ آخر جو بھی رہتے ہیں اور آخر تک پک کر کھانے کے قابل ہوتے ہیں وہ تھوڑے ہوتے ہیں۔

اسی طرح سے میں دیکھتا ہوں کہ یہ جماعت تو ابھی بہت ہی ابتدائی حالت میں ہے اور پتے بھی نہیں نکلے چہ جائیکہ ہم آج ہی پھل کھائیں۔ ابھی تو سبزہ ہی نکلا ہے جس کو ایک کٹا بھی پامال کر سکتا ہے۔ ایسی حالت میں حفاظت کی کسی قدر ضرورت ہے؟ پس تم استقامت اور اپنے نمونے سے اس درخت کی حفاظت کرو۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک اس درخت کی شاخ ہے اور وہ درخت اسلام کا شجر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اس شجر کی حفاظت کی جاوے۔

اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے سب سے اول تو وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کو دنیا میں پھیلاؤ۔ اس پہلو میں مالی ضرورتوں اور امداد کی حاجت ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسی ضرورتیں پیش آئی تھیں اور صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ ایسے وقتوں پر بعض ان میں سے اپنا سارا ہی مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے اور بعض نے آدھا دے دیا اور اس طرح جہاں تک کسی سے ہو سکتا فرق نہ کرتا۔

مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے ہاتھ میں بجز خشک باتوں کے اور کچھ بھی نہیں رکھتے اور جنہیں نفسانیت اور خود غرضی سے کوئی نجات نہیں ملی اور حقیقی خدا کا چہرہ اُن پر ظاہر نہیں ہوا۔ وہ اپنے مذاہب کی اشاعت کی خاطر ہزاروں لاکھوں روپیہ دے دیتے ہیں اور بعض ان میں اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں۔ عیسائیوں میں دیکھا ہے کہ بعض عورتوں نے دس دس لاکھ کی وصیت کر دی ہے۔ پھر مسلمانوں کے لئے کس قدر شرم کی بات ہے کہ وہ اسلام کے لئے کچھ بھی کرنا نہیں چاہتے یا نہیں کرتے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اسلام کے روشن چہرہ پر سے وہ حجاب جو پڑا ہوا ہے دُور کر دے اور اسی غرض کے لئے اُس نے مجھے بھیجا ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ خدا ہے اور مر کر اُس کے حضور ہی جانا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سال آئندہ کے انہیں دنوں میں ہم میں سے یہاں کون ہو گا اور کون آگے چلا جائے گا۔ جبکہ یہ حالت ہے اور یہ یقینی امر ہے پھر کس قدر بد قسمتی ہوگی۔ اگر اپنی زندگی میں قدرت اور طاقت رکھتے ہوئے اس اصل مقصد کے لئے سعی نہ کریں۔ اسلام تو ضرور پھیلے گا اور وہ غالب آئے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہے مگر مبارک ہوں گے وہ لوگ جو اُس اشاعت میں حصہ لیں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے جو اُس نے تمہیں موقعہ دیا ہے۔ یہ زندگی جس پر فخر کیا جاتا ہے ہیچ ہے اور ہمیشہ کی خوشی کی وہی زندگی ہے جو مرنے کے بعد عطا ہوگی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ اسی دنیا اور اسی زندگی سے شروع ہو جاتی ہے اور اس کی تیاری بھی یہاں ہی ہوتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 322-324)

جھوٹ سے پرہیز چاہیے

فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے تو جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اس سے پرہیز کرو۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (الحج: 31)۔ بُت پرستی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملایا ہے۔ جیسا کہ احمق انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھر کی طرف سَر جھکا تا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لئے جھوٹ کو بُت بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بُت پرستی کے ساتھ ملایا اور اس سے نسبت دی جیسے ایک بُت پرست بُت سے نجات چاہتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا بھی اپنی طرف سے بُت بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس بُت کے ذریعہ نجات ہو جاوے گی۔ کیسی خرابی آکر پڑی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ کیوں بُت پرست ہوتے ہو۔ اس نجاست کو چھوڑ دو۔ تو کہتے ہیں کیونکر چھوڑ دیں اس کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بد قسمتی ہوگی کہ جھوٹ پر اپنا مدار سمجھتے ہیں مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر سچ ہی کامیاب ہوتا ہے بھلائی اور فتح اسی کی ہے۔“

مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امر تسر ایک مضمون بھیجا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا۔ رلیارام کے وکیل ہند اخبار کے متعلق تھا۔ میرے اس خط کو خلاف قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا گیا۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجز اس کے رہائی نہیں جو اس خط سے انکار کر دیا جاوے۔ گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں۔ مگر میں نے اس کو ہرگز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آخر وہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ ڈاکخانوں کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا۔ مجھ سے جس وقت اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر میں نے اس کو جزو مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے۔ مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بصیرت دی۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور دیا مگر اُس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا۔ میں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں۔ ایسی باتیں نری بیہود گیاں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گزارہ نہیں۔ میں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزا آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو اختیار کیا۔ اس نے ہماری رعایت رکھی اور ایسی رعایت رکھی جو بطور نشان کے ہوگئی۔ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق: 4)

یقیناً یاد رکھو! جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں۔ عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر میں کیونکر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راستباز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو دنیا میں پھر کوئی شخص سچ بولنے کی جرات نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اٹھ جاوے۔ راستباز تو زندہ ہی مر جاویں۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 349-352)

فرمایا:

”میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔ وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے۔ دنیاؤں کو بالکل بھول جاوے۔ خدائے واحد کی عبادت ہو۔

میرے ان مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ جو کام نفاقِ طبعی اور دنیا کی گندی زندگی کے ساتھ ہوں گے وہ خود ہی اس زہر سے ہلاک ہو جائیں گے۔ کیا کاذب کبھی کامیاب ہو سکتا ہے؟ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (المومن: 29) کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے۔ لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے بھلائی اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہو اچھا ہو۔ پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو! میرا سلسلہ اگر زری دکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے، یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہو گا۔ مخالفت کی میں پروا نہیں کرتا۔ میں اس کو بھی اپنے سلسلہ کی ترقی کے لئے لازمی سمجھتا ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور اور خلیفہ دنیا میں آیا ہو اور لوگوں نے چُپ چاپ اُسے قبول کر لیا ہو۔ دنیا کی تو عجیب حالت ہے۔ انسان کیسا ہی صدیق فطرت رکھتا ہوں مگر دوسرے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے وہ تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے سلسلہ کی ترقی فوق العادت ہو رہی ہے۔ بعض اوقات چار چار پانچ پانچ سو کی فہرستیں آتی ہیں اور دس دس پندرہ پندرہ تو روزانہ درخواستیں بیعت کی آتی رہتی ہیں اور وہ لوگ علیحدہ ہیں جو خود یہاں آکر داخل سلسلہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گندے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 148-149)

## مسیح قلم سے کام لے گا

فرمایا:

”اُس کے متعلق کہیں نہیں لکھا کہ وہ لڑائیاں کرے گا بلکہ بخاری میں جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے صاف لکھا ہے کہ يَضَعُ الْحَرْبَ۔ یعنی اس کے وقت میں مذہبی لڑائیاں نہ ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب حرب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ جنگ نہیں کرتے۔ وہ تو قلم کے ساتھ اعتراض کرتے ہیں۔ پس یہ کیسی کمزوری ہوتی کہ قلم کا جو اب قلم سے نہ دیا جاتا بلکہ اس کے لئے ہتھیار استعمال ہوتے۔ ایسی صورت میں جبکہ قلم کے حملے ہو رہے ہیں ہمارا یہی فرض ہے کہ قلم کے ساتھ اُن کو روکیں۔

علاوہ بریں اگر اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی ہوتی کہ ایسے زمانہ میں اسلام کی ترقی جنگ سے وابستہ ہوگی تو ہر قسم کے ہتھیار مسلمانوں کو دینے جاتے۔ حالانکہ جس قدر ایجادیں آلاتِ حربیہ کے متعلق یورپ میں ہو رہی ہیں کسی جگہ نہیں ہوتی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی مصلحت کا صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ لڑائی کا زمانہ نہیں ہے اور کبھی بھی کوئی دین اور مذہب لڑائی سے نہیں پھیل سکتا۔ پہلے بھی اسلام کی ترقی اور اشاعت کے لئے تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ اسلام اپنے برکات، انوار اور تاثیرات کے ذریعہ پھیلا ہے اور ہمیشہ اسی طرح پھیلے گا۔ پس یہ نہایت ہی غلط اور مکروہ خیال ہے کہ مسیح کے وقت جنگ ہوگی اور نہ مسیح کو اس کی حاجت۔ وہ قلم سے کام لے گا اور اسلام کی حقانیت اور صداقت کو پُر زور دلائل اور تاثیرات کے ساتھ ثابت کر کے دکھائے گا اور دوسرے ادیان پر اس کو غالب کرے گا اور یہ ہو رہا ہے۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 112-113)

## آنحضرتؐ سے ذرا بھر ادھر ادھر ہونا بے ایمانی ہے

فرمایا:

”میرا مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا ادھر ادھر ادھر جانا بے ایمانی میں پڑنا ہے لیکن کیا اس کی پہلے کوئی نظیر دنیا میں موجود ہے کہ ایک شخص 25 سال سے خدا پر افتراء کرتا ہے اور خدا تعالیٰ ہر روز اُس کی تائید اور نصرت کرتا ہے۔ وہ اکیلا تھا اور خدا تعالیٰ نے تین لاکھ آدمی اُس کے ساتھ شامل کر دیا۔ کیا تقویٰ کا حق ہے کہ

اُس کے مخالف بے ہودہ شور مچایا جاوے اور اس کے معاملہ میں کوئی تحقیق نہ کی جاوے۔ وفات مسیح پر قرآن ہمارے ساتھ ہے۔ معراج والی حدیث ہمارے ساتھ ہے۔ صحابہؓ کا اجماع ہمارے ساتھ ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تم حضرت عیسیٰؑ کو وہ خصوصیت دیتے ہو جو دوسرے کے لیے نہیں۔ مجھے ایک بزرگ کی بات بہت ہی پیاری لگتی ہے اُس نے لکھا ہے کہ اگر دنیا میں کسی کی زندگی کا میں قائل ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا قائل ہوتا۔ دوسرے کی زندگی سے ہم کو کیا فائدہ؟ تقویٰ سے کام لو۔ ضد اچھی نہیں۔ دیکھو! پادری لوگ گلی اور کوچوں اور بازاروں میں یہی کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارا یسوع زندہ ہے اور تمہارا رسول مرچکا ہے۔ اس کا جواب تم اُن کو کیا دے سکتے ہو؟ یہ زمانہ تو اسلام کی ترقی کا زمانہ ہے۔ کسوف خسوف بھی پیشگوئی کے مطابق ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کے واسطے وہ پہلو اختیار کیا ہے جس کے سامنے کوئی بول نہیں سکتا۔ سوچو! اُنیس سو سال تک مسیح کو زندہ ماننے کا کیا نتیجہ ہوا؟ یہی کہ چالیس کروڑ عیسائی ہو گئے۔ اب دوسرے پہلو کو بھی چند سال کے واسطے آزماؤ اور دیکھو کہ اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ کسی عیسائی سے پوچھو کہ اگر یسوع مسیح کی وفات کو تسلیم کر لیا جائے تو کیا پھر بھی کوئی عیسائی دنیا میں رہ سکتا ہے۔ تمہارا یہ طیش اور یہ غضب مجھ پر کیوں ہے؟ کیا اسی واسطے کہ میں اسلام کی فتح چاہتا ہوں۔ یاد رکھو کہ تمہاری مخالفت میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ میں اکیلا تھا۔ خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق کئی لاکھ آدمی میرے ساتھ ہو گئے اور دن بدن ترقی ہو رہی ہے۔ لاہور میں بشارت صاحب نے یہی سوال مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ ہزاروں آدمی جمع تھے اور بڑا بھاری جلسہ تھا۔ یسوع کی فضیلت اس نے اس طرح بیان کی کہ وہ زندہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ تب کوئی مسلمان اس کا جواب نہ دے سکا لیکن ہماری جماعت میں سے مفتی محمد صادق صاحب اُٹھے جو اس جگہ اُس وقت موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں ثابت کرتا ہوں کہ قرآن، حدیث، انجیل سب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ثابت کر دیا۔ تب بشارت صاحب کوئی جواب نہ دے سکا اور ہماری جماعت کے ساتھ مخاطب ہونے سے اعراض کیا۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 203-204)

سامعین! مساجد کی اہمیت اور برکات کے حوالے سے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”دہلی کی جامع مسجد کو دیکھ کر فرمایا کہ مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں بلکہ اُن نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ورنہ یہ سب مساجد ویران پڑی ہوئی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چھوٹی سی تھی کھجور کی چھڑیوں سے اس کی چھت بنائی گئی تھی اور بارش کے وقت چھت میں سے پانی ٹپکتا تھا۔ مسجد کی رونق نمازیوں کے ساتھ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دنیا داروں نے ایک مسجد بنوائی تھی وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے گرا دی گئی۔ اس مسجد کا نام مسجد ضرار تھا یعنی ضرر رساں۔ اس مسجد کی زمین خاک کے ساتھ ملا دی گئی تھی۔ مسجدوں کے واسطے حکم ہے کہ تقویٰ کے واسطے بنائی جائیں۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 170)

میڈیکل سکول کے خارج شدہ طلبہ کو نصاب

فرمایا:

”میڈیکل سکول کے جن طلباء نے اپنے استادوں سے ناراض ہو کر اتفاق کر کے مدرسہ جانا بند کر دیا ہے ان میں سے دو طالب علم (عبدالحکیم صاحب اور ایک اور قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں 21 مئی کو حاضر ہوئے اور اپنا واقعہ گزشتہ اور پرنسپل کا 31 مئی تک داخل ہو جانے کی اجازت دے دینے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ

آجکل اس قسم کی کارروائیاں گورنمنٹ کے ساتھ بغاوت کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور ان سے بچنا چاہئے۔ میرے نزدیک اب اس معاملہ کو ترقی نہیں دینا چاہئے اور پرنسپل صاحب کی اجازت سے فائدہ حاصل کر کے داخل ہو جانا چاہیے۔ جن استادوں کے ساتھ تم نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے ان کو اندر ہی اندر ضرور تنبیہ کی گئی ہوگی اور امید نہیں کہ وہ آئندہ تمہارے ساتھ براسلوک کریں۔ گورنمنٹ ایسے لوگوں کو بغیر بازپرس نہیں چھوڑتی گو عام اظہار ایسی بات کا نہ کیا جاوے۔

علاوہ اس کے تمہیں چاہیے کہ اگر انہوں نے بد اخلاقی کی ہے تو تم اُن سے اخلاق سیکھو اور اگر تمہیں کبھی ایسی افسری کا موقع ملے تو تم اخلاق کا برتاؤ اپنے شاگردوں اور ماتحتوں کے ساتھ کرو اور جو قسمیں تم نے ضد پر کھائی ہیں وہ ناجائز ہیں۔ ناجائز قسم پر قائم رہنا گناہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسلامی شریعت میں یہی حکم دیا ہے کہ ناجائز قسموں اور ناجائز اقراروں کو توڑ دیا جاوے۔ وقت کو ضائع کرنا اچھا نہیں۔ اپنے آپ کو پریشانی میں مت ڈالو اور اپنے مدرسہ میں داخل ہو جاؤ۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 432)

”اس حالت اور مقام پر جب ایک شخص پہنچتا ہے تو اس میں مہارت ہائی نہیں کیونکہ جب تک وہ مہارت کی حد کے اندر ہے اس وقت تک وہ ناقص ہے اور اس علتِ غائی تک نہیں پہنچا جو قرآن مجید کی ہے۔ لیکن کامل اسی وقت ہوتا ہے جب یہ حد نہ رہے اور اس کا وجود، اس کا ہر فعل، ہر حرکت و سکون محض اللہ تعالیٰ کے حکم اور اذن کے ماتحت بنی نوع کی بھلائی کے لئے وقف ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ مہارتِ قلمہم ینفقون کا کمال یہی ہے جو ہدیٰ للْمُتَّقِينَ کے منشاء کے موافق ہے۔ اس کے بعد ایک اور صفت متقیوں کی بیان کی یعنی وہ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ (البقرہ: 5) کے موافق ایمان لاتے ہیں اور ایسا ہی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اُس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ اگر اتنا ہی ایمان ہے تو پھر ہدایت کیا ہے؟ وہ ہدایت یہ ہے کہ ایسا انسان خود اس قابل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر وحی اور الہام کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ وحی الہی اس پر بھی اترتی ہے جس سے اُس کا ایمان ترقی کر کے کامل یقین اور معرفت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اُس ترقی کو پالیتا ہے جو ہدایت کا اصل مقصود تھا۔ اس پر وہ انعام و اکرام ہونے لگتے ہیں جو مکالمہ الہیہ سے ملتے ہیں۔ یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے وحی و الہام کے دروازہ کو بند نہیں کیا۔ جو لوگ اس امت کو وحی و الہام کے انعامات سے بے بہرہ ٹھہراتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اور قرآن شریف کے اصل مقصد کو انہوں نے سمجھا ہی نہیں۔ ان کے نزدیک یہ امت و حشیوں کی طرح ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات اور برکات کا معاذ اللہ خاتمہ ہو چکا اور وہ خدا جو ہمیشہ سے منکلم خدا رہا ہے اب اس زمانہ میں آکر خاموش ہو گیا۔ وہ نہیں جانتے کہ اگر مکالمہ مخاطبہ نہیں تو ہدیٰ للْمُتَّقِينَ کا مطلب ہی کیا ہوا؟ بغیر مکالمہ مخاطبہ کے تو اُس کی ہستی پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور پھر قرآن شریف میں یہ کیوں کہا وَالَّذِينَ جَاهِدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: 70) اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخٰفُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (الم سجده: 31) یعنی جن لوگوں نے اپنے قول اور فعل سے بتا دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر انہوں نے استقامت دکھائی ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ فرشتوں کا نزول ہو اور مخاطبہ نہ ہو۔ نہیں بلکہ وہ انہیں بشارتیں دیتے ہیں۔ یہی تو اسلام کی خوبی اور کمال ہے جو دوسرے مذاہب کو حاصل نہیں ہے۔ استقامت بہت مشکل چیز ہے یعنی خواہ اُن پر زلزلے آئیں، فتنے آئیں، وہ ہر قسم کی مصیبت اور ڈکھ میں ڈالے جاویں مگر اُن کی استقامت میں فرق نہیں آتا۔ اُن کا اخلاص اور وفاداری پہلے سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اس قابل ہوتے ہیں کہ اُن پر خدا تعالیٰ کے فرشتے اتریں اور انہیں بشارت دیں کہ تم کوئی غم نہ کرو۔

یہ یقیناً یاد رکھو کہ وحی اور الہام کے سلسلہ کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ وعدے کئے ہیں اور یہ اسلام ہی سے مخصوص ہے ورنہ عیسائیوں کے ہاں بھی مہر لگ چکی ہے۔ وہ اب کوئی شخص ایسا نہیں بتا سکتے جو اللہ تعالیٰ کے مخاطبہ مکالمہ سے مشرف ہو اور ویدوں پر تو پہلے ہی سے مہر لگی ہوئی ہے۔ ان کا تو مذہب ہی یہی ہے کہ ویدوں کے الہام کے بعد پھر ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ گویا خدا پہلے کبھی بولا تھا مگر اب وہ گونگا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ اس وقت کلام نہیں کرتا اور کوئی اس کے اس فیض سے بہرور نہیں تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ پہلے بولا تھا اور اب وہ سنتا اور دیکھتا بھی ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب میں مسلمانوں کے منہ سے اس قسم کے الفاظ نکلتے سنتا ہوں کہ اب مکالمہ مخاطبہ کی نعمت کسی کو نہیں مل سکتی۔ یہ کیوں عیسائیوں یا آریوں کی طرح مہر لگاتے ہیں؟ اگر اسلام میں یہ کمال اور خوبی نہ ہو تو دوسرے مذاہب پر اسے کیا فخر اور امتیاز حاصل ہو گا؟ نری توحید سے تو نہیں ہو سکتا کیونکہ برہمنو بھی تو ایک ہی خدا کو مانتا ہے۔ وہ بھی صدقہ دیتا ہے۔ خدا کو اپنے طور پر یاد بھی کرتا ہے اور یہی اخلاقی صفات اُس میں پائے جاتے ہیں تو پھر ایک مسلمان میں اور اُس برہمنو میں کیا فرق ہوا؟ یہ امور تو نقل سے بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کا کیا جواب؟ کچھ بھی نہیں۔ بجز اس کے کہ اسلام کا روشن چہرہ ان امتیازی نشانوں کے ذریعہ دکھایا جاوے جو خدا تعالیٰ کے مکالمہ کے ذریعہ ملتے ہیں۔ یقیناً سمجھو کہ اصل جو فضل آسمان سے آتا ہے اس کی کوئی چوری اور نقل نہیں کر سکتا۔ اگر اسلام میں مکالمہ مخاطبہ اور تفضلات نہ ہوتے تو اسلام کچھ بھی چیز نہ ہوتا۔ اس کا یہی تو فخر ہے کہ وہ ایک سچے مسلمان کو ان انعامات و اکرام کا وارث بنا دیتا ہے اور وہ فی الحقیقت خدا نما مذہب ہے۔ اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دکھا دیتا ہے اور یہی غرض ہے اسلام کی۔ کیونکہ اسی ایک ذریعہ سے انسان کی گناہ آلود زندگی پر موت وارد ہو کر اُسے پاک صاف بنا دیتی ہے اور حقیقی نجات کا دروازہ اُس پر کھلتا ہے کیونکہ جب تک خدا تعالیٰ پر کامل یقین نہ ہو گناہ سے کبھی نجات مل سکتی ہی نہیں۔ جیسے یہ ایک ظاہر امر ہے کہ جب انسان کو یقین ہو کہ فلاں جگہ سانپ ہے تو وہ ہرگز ہرگز اس جگہ داخل نہ ہو گا۔ یا زہر کے کھانے سے مر جانے

کالیقین زہر کے کھانے سے بچاتا ہے پھر اگر خدا تعالیٰ پر پورا پورا یقین ہو کہ وہ سمیع اور بصیر ہے اور ہمارے افعال کی جزا دیتا ہے اور گناہ سے اُسے سخت نفرت ہے تو اس یقین کو رکھ کر انسان کیسے جرات کر سکتا ہے؟

سچی بات یہ ہے کہ اسلام کی روح اور اصل حقیقت تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف وہ انسان کو عطا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ آسمان سے انعام و اکرام ملتے ہیں۔ جب انسان اس مرتبہ اور مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی نسبت کہا جاتا ہے **أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُغْلَقُونَ** (البقرہ: 6) یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو کامل ترقی پا کر اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے نجات پائی ہے۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 319-322)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصحاً پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزر: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

